عہدِ رسالت میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی فقہی تربیت

اور اُس کے نتائج وثمرات

(چوتھی قسط)

مولانا ڈاکٹر محمد عبدالحلیم چشتی

عہدِ صحابہؓ میں چھ مجتہدین صحابہ رضی اللہ عنہم کی آرا کی پیروی

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ المتوفی ۲۴۱ھ ''کتاب العلل'' میں بلند پایہ فقیہ وحافظ حضرت مسروق رحمۃ اللہ علیہ کا بیان نقل کرتے ہیں:

عہدِ صحابہؓ میں چھ صحابہؓ: ۱:......حضرت عمر رضی اللہ عنہ (۴۰ ق ھ-۲۴ھ/۵۸۴-۶۴۴ء) ۲:......حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ (۰۰۰-۳۲ھ/ ۰۰۰-۶۵۲ء) ۳:......حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ (۲۳ق ھ-۴۰ھ/ ۶۰۰-۶۶۱ء) ۴:......حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ (۰۰۰-۲۱ھ/ ۰۰۰-۶۴۲ء) ۵:......حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ (۱۱-۴۵ھ/ ۶۱۱-۶۶۵ء) ۶:......حضرت ابوموسیٰ عبداللہ بن قیس اشعری رضی اللہ عنہ (۲۱ق ھ-۴۴ھ/۶۰۲-۶۶۵ء) فتویٰ دیتے تو ان کے قول پر بات ٹھہرتی، ان میں تین صحابی اپنے قول اور فتوے کو دیگر تین صحابہؓ کے مقابلے میں چھوڑ دیتے تھے، چنانچہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے مقابلے میں اور حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مقابلے میں اور حضرت زید رضی اللہ عنہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کے مقابلے میں اپنی رائے اور فتویٰ سے دست بردار ہوجاتے تھے۔ (۱)

اب یہ حقیقت واضح ہوجاتی ہے کہ تفقہ، فقہی بصیرت اور تفریعِ مسائل کا نام ہی رائے ہے۔ عہدِ رسالت، خلافتِ راشدہ اور عہدِ صحابہؓ سے اس سنت پر عمل برابر جاری وساری تھا۔ (۲)

عظیم مجتہدین کی عظیم تر مجتہدین کے حق میں اپنی فقہی آرا سے دست برداری

یہاں یہ امر بھی ملحوظِ خاطر رہے کہ مذکورہ بالا صورت میں ایک عظیم مجتہد کا دوسرے عظیم تر مجتہد کے مقابلے میں اپنی رائے کو چھوڑ کر دوسرے مجتہد کی رائے کو اختیار کرنا' اجتہاد کی ایک قسم ہے۔ چنانچہ امام ابوالحسن الکرخی رحمۃ اللہ علیہ (۲۶۰-۳۴۰ھ/۸۷۴-۹۵۲ء) فرماتے ہیں:

''إن تقليد المجتهد لغيره ممن هو أعلم منه و ترك رأيه لرأيه ضرب من

الاجتهاد فی تقوية رأی الأخر فی نفسه علی رأيه بفضل علمه و تقدمه و معرفة وجوه النظر والا ستدلال ، فلم يحل فی تقليده إياه من أن يكون مستعملاً لضرب من الاجتهاد يوجب عندہٗ رجحان قول من قلده''۔ (۳)

''بلا شبہ ایک مجتہد کا اپنے سے بڑے مجتہد و عالم کی تقلید کرنا اور اپنی اجتہادی رائے کو اس کی اجتہادی رائے کے مقابلے میں نظرانداز کرنا، دوسرے مجتہد کی رائے کو اپنی رائے کے مقابلے میں چھوڑنا دراصل اس کی علمی برتری اور علم میں اس کی پیش قدمی کی وجہ سے ہے۔ اس کی وجوہِ نظر کی معرفت اور استدلال کے پیش نظر ترجیح دینا اور اس کی تقلید کرنا اِس امر سے خالی نہیں کہ وہ اجتہاد کی ایک قسم پر عمل پیرا رہا، جس نے اس امر کو اس کے خیال میں ضروری کردیا کہ اس نے جس کی تقلید اختیار کی ہے اس کے قول کو اپنے قول پر ترجیح دے۔''

چھ مجتہدین صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے تین صحابیؓ کوفی

چنانچہ مذکورہ بالا چھ علما میں سے تین حضرت علیؓ، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اور حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہم کا شمار مجتہدین فقہاء کوفہ سے ہے۔ (۴) اور دوسرے تین حضرات علما و مجتہدین کا تعلق بقیہ اسلامی بلاد سے ہے۔

مذکورہ بالا چھ صحابہ رضی اللہ عنہم کا شمار ان مجتہدین صحابہؓ میں ہے، جنہیں فقہ ونظر میں بلند مقام حاصل تھا، جو عہدِ رسالت میں بھی فتویٰ دینے کے اہل تھے اور فتویٰ دیتے تھے، چنانچہ مؤرخ ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ ۱۶۸-۲۳۰ھ نے ''الطبقات الکبریٰ'' میں ایک مستقل باب ''ذکر من کان یُفتی بالمدینه ویُقتدی به من أصحاب رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم'' قائم کیا ہے، اس میں ان مجتہدین صحابہ رضی اللہ عنہم کو نام بنام گنوایا ہے۔ (۵)

مجتہدین صحابہؓ میں تین صحابہ رضی اللہ عنہم پر ابوابِ احکام کی انتہا

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے استاد علی بن المدینی رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۲۳۴ھ کا بیان ہے کہ احکام سے متعلق صحابۂ رسول ﷺ کا علم تین صحابہ رضی اللہ عنہم پر منتہی ہوا، انہی سے وہ علم سیکھا اور روایت کیا گیا:

۱:......حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ، ۲:...... حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ، ۳:...... حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما۔ ان میں سے ہر ایک کے شاگرد تھے جو ان کے قول پر عمل کرتے اور لوگوں کو فتوے دیتے تھے۔ (۶)

مذکورہ بالا بیان سے بھی یہ حقیقت عیاں ہو جاتی ہے کہ عہد صحابہؓ میں عوام الناس ان کے فتووں پر عمل پیرا رہتے تھے، غور فرمائیں کیا یہ تقلید شخصی نہیں؟

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ، زید بن ثابتؓ اور ابن عباس رضی اللہ عنہم کے شاگرد اپنے استادوں

کے اقوال اور فتاویٰ کے مقلد و ناشر

مؤرخ علامہ خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۴۶۳ھ نے بسندِ متصل علی بن المدینی رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۲۳۴ھ کا بیان ان الفاظ میں زینتِ کتاب کیا ہے:

’’لم یکن من أصحاب النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم أحد لہ أصحاب یقومون لہ بقولہ فی الفقہ إلا ثلاثۃ: عبداللّٰہ بن مسعودؓ وزید بن ثابتؓ و ابن عباسؓ و کان لکل واحد منہم أصحاب یقومون لقولہ و یفتون الناس‘‘۔ (۷)

’’حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ رضی اللہ عنہم میں کوئی ایک صحابیؓ ایسا نہ تھا جس کے شاگرد فقہ میں اس کے اقوال پر جمے رہتے اور عمل کرتے اور اس کے فقہی مذہب کو اختیار کرتے ہوں، مگر صرف تین صحابیؓ: حضرت عبداللہ بن مسعودؓ، حضرت زید بن ثابتؓ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم ایسے تھے کہ ان میں سے ہر ایک کے شاگرد اُن کے قول کو اختیار کرتے اور لوگوں کو اس کے مطابق فتویٰ دیتے تھے۔‘‘

یہاں یہ امر بھی ملحوظِ خاطر رہے کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے شیخ علی بن المدینی رحمۃ اللہ علیہ سے ایک نامور مجتہد خلیفہ راشد حضرت علی رضی اللہ عنہ کا نام رہ گیا ہے۔ ابوابِ احکام کی جن ائمہ مجتہدین پر انتہا ہوتی ہے، وہ تین نہیں چار ہیں، جیسا کہ آگے آرہا ہے۔ ان تاریخی حقائق کی روشنی میں یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ عہد صحابہؓ (پہلی صدی ہجری) میں مطلق تقلید ہی نہیں، تقلید شخصی کا بھی عوام میں رواج ہو چلا تھا۔

صحابہ رضی اللہ عنہم کی مجلس کا موضوعِ سخن

صحابۂ رسولؐ رضی اللہ عنہم مسجد میں بیٹھ کر پیش آنے والے مسئلوں کے حکموں کے متعلق آپس میں بحث و مباحثہ کرتے رہتے تھے۔ یہ فقہی بصیرت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی طبیعت میں ایسی رچ بس گئی تھی کہ ان کی مجالس میں موضوعِ سخن ہی فقہی مسائل ہوتے تھے۔ چنانچہ حاکم نیشاپوری رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۴۰۵ھ ’’المستدرک‘‘ میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کا بیان نقل کرتے ہیں:

’’أصحاب النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم إذ اجلسوا کان حدیثہم معنی الفقہ إلا أن یقرأ رجل سورۃ أو رجلاً أن یأمر بقراءۃِ سورۃٍ‘‘۔ (۸)

’’حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ رضی اللہ عنہم جب بیٹھتے تو ان کا موضوعِ سخن فقہ اور فقہی مسائل ہوتے تھے، مگر یہ کہ کوئی صحابیؓ کوئی سورت پڑھنا شروع کرتا یا کوئی صحابیؓ کسی کو کوئی سورت کی تلاوت کی فرمائش کرتا۔‘‘

اس سے معلوم ہوا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی مجلس میں موضوعِ سخن فقہی مسائل ہوتے تھے یا پھر قرآن کی تلاوت ہوتی تھی۔

امام ابوبکر الجصاص رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۳۷۰ھ ''أحکام القرآن'' میں فرماتے ہیں:

''إن أصحاب رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم مجتمعون فی المسجد یتذاکرون حوادث المسائل فی الأحکام''۔ (۹)

''اصحابِ رسول رضی اللہ عنہم مسجد میں بیٹھ کر پیش آنے والے مسئلوں کے حکموں کے متعلق آپس میں بحث ومباحثہ کرتے رہتے تھے۔''

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا صحابہ رضی اللہ عنہم کو فقہی بصیرت حاصل کرنے کی ترغیب وتاکید اور اس سنّتِ متوارثہ پر قرآن وسنت کی رہنمائی

امام ابوبکر الجصاص رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۳۷۰ھ ''أحکام القرآن'' میں رقمطراز ہیں:

''محمد سیرین رحمۃ اللہ علیہ (۳۳-۱۱۰ھ/ ۶۵۳-۷۲۹ء) احنف بن قیس رحمۃ اللہ علیہ (۰۰۰-۶۷ھ/ ۰۰۰-۶۸۶ء) سے وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: قیادت وسیادت سے بہرہ مند ہونے سے پہلے فقہی بصیرت (اور مسائل کے حل کا فہم) حاصل کرو، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ رضی اللہ عنہم مسجد میں بیٹھ کر پیش آنے والے مسئلوں کے احکام میں مباحثہ کرتے تھے۔ (ان کے بعد) تابعین بھی اس طریقے وروش پر گامزن رہے اور ان کے بعد آنے والے فقہا کا ہمارے زمانے (۳۷۰ھ/ ۹۸۰ء) چوتھی صدی ہجری تک یہ سلسلہ بدستور قائم ہے۔''

اس حقیقت کا انکار رذیل اور جاہل لوگ کرتے ہیں جنہوں نے ملتی جلتی سنن وآثار کو اٹھا کر دیکھا، ان کے مطالب ومعانی اور احکام کو نہ پاسکے، ان میں بحث کرنے اور ان سے فقہی احکام نکالنے سے عاجز آگئے، چنانچہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

''رُبَّ حامل فقہ غیر فقیہ و رُبَّ حامل فقہ إلٰی من ھو أفقہ منہ''۔ (۱۰)

''بہت سے فقہی حدیثوں کے راوی فقیہ نہیں اور بہت سے فقہی حدیثوں کے سننے والے ان کا منشأ ومطلب زیادہ اچھا سمجھتے ہیں۔''

اس حقیقت سے منکر جماعت کی مثال ایسی ہے جیسی اللہ تعالیٰ نے بیان کی ہے:

''مَثَلُ الَّذِیْنَ حُمِّلُوْا التَّوْرَاۃَ ثُمَّ لَمْ یَحْمِلُوْھَا کَمَثَلِ الْحِمَارِ یَحْمِلُ أَسْفَارًا''۔ (۱۱)

''ان لوگوں کو تورات پر عمل کرنے کا حکم دیا گیا تھا، پھر انہوں نے اس پر عمل نہ کیا، ان کی مثال گدھے کی سی ہے جو کتابیں لادے ہوئے ہو۔''

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

’’إِنْ تُبْدَلَكُمْ تَسُؤْكُمْ‘‘۔ (۱۲)

’’یعنی وہ (باتیں جو یہ پوچھتے ہیں) تم پر کھولی جائیں تو تم کو بری لگیں گی۔‘‘

اس سے مراد بےمحل وبے جا سوالات ہیں، جیسے ’’مَن أَبِيْ؟‘‘ ’’میرا باپ کون ہے؟ اور ’’أین أنا؟‘‘ میں کہاں ہوں؟ جن سے ہر شائستہ انسان کو ناگواری ہوتی اور تکلیف پہنچتی ہے۔ اس قسم کے فضول ولایعنی سوالات کی قباحت وممانعت کا اظہار اس آیۂ شریفہ میں یوں کیا گیا ہے:

’’وَإِنْ تَسْئَلُوْا عَنْهَا حِيْنَ يُنَزَّلُ الْقُرْاٰنُ تُبْدَلَكُمْ‘‘۔ (۱۳)

’’اور اگر تم اُنہیں دریافت کرتے رہوگے اس زمانے میں جب کہ قرآن اتر رہا ہے تو تم پر ظاہر کردی جائیں گی۔‘‘

اس قسم کے سوالات کی شریعت میں اجازت نہیں، لیکن ایسے سوالات جن سے حق تعالیٰ کی رضا جوئی اور احکام الٰہی کی تعمیل کرنا مقصود ہو وہ اس کے زمرے میں داخل نہیں، یہی وجہ ہے کہ نت نئے مسائل کے متعلق احکام الٰہی کے اظہار وبیان سے کسی سائل کو ناگواری نہیں، بلکہ خوشی ومسرت ہوتی ہے، اس لیے کہ ان پر عمل سے ہر ایک کی دینی ودنیوی زندگی سنورتی ہے، چنانچہ ایسے تمام سوالات جن کا تعلق معاش کے شعبوں سے ہو یا معاد کے، ان سے مقصد احکام کی بجاآوری ہے، وہ سب ’’عفو‘‘ یعنی درگزر کے دائرے میں داخل ہیں، چنانچہ آیۂ شریفہ میں ارشاد ہے: ’’عَفَا اللّٰهُ عَنْهَا‘‘...... ’’اللہ تعالیٰ نے ان کی بات سے درگزر کیا۔‘‘ یعنی اس قسم کے دینی مسائل میں بحث وتکرار پر تم سے باز پرس نہیں کی اور ان مسائل کے حقائق تم پر روشن کردیئے۔ ذرا غور فرمائیں! یہ فقہی بصیرت کیسا عظیم احسان الٰہی ہے؟

اس مقام پر ’’عفو‘‘ درگزر کرنے کا مطلب ایسے سوالات سے درگزر کرنا، اجازت دینا، سہولت فراہم کرنا، اور لگائی ہوئی پابندی کو ڈھیل دینا، آسانی کرنا ہے، جیسا کہ دوسری جگہ باری تعالیٰ کا ارشاد ہے: ’’فَتَابَ عَلَيْكُمْ وَعَفَا عَنْكُمْ‘‘۔ (۱۴) ....’’اس نے تم پر رحمت سے توجہ فرمائی اور تم سے درگزر کی۔‘‘

یہاں عَفَا عَنْكُمْ کے معنی سَهَّلَ عَلَيْكُمْ کے ہیں، یعنی تمہیں سہولت بخشی ہے (تم اس سے فائدہ اٹھاؤ) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا ہے:

’’الحلال ما أحل اللّٰه والحرام ماحرم اللّٰه وما سكت عنه فهو عفو‘‘۔

’’حلال وہ ہے جسے اللہ تعالیٰ نے حلال کیا اور حرام وہ ہے جسے اللہ تعالیٰ نے حرام کیا اور جس سے اللہ تعالیٰ نے سکوت وخاموشی اختیار کی وہ عفو ودرگزر کی حدود میں داخل ہے۔‘‘

اس کا مطلب یہ ہے کہ اس میں سہولت دی گئی ہے، فائدہ اٹھانے کی گنجائش رکھی گئی ہے، جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: ’’عفوت لكم عن صدقة الخيل والرقيق۔‘‘...... (۱۵) ....’’میں نے تم سے گھوڑے اور غلام کی زکوٰۃ سے درگزر کی۔‘‘ (۱۶) مذکورہ بالا ارشاداتِ نبوی سے اجتہاد کے موقع

ومحل کی تعیین بھی ہوجاتی ہے۔

صحابہ رضی اللہ عنہم کے اجتہادی طریقے کی پیروی

شمس الائمہ سرخسی رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۴۷۳ھ ''المحرر فی أصول الفقه'' میں لکھتے ہیں کہ: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشاد: ''أصحابی کالنجوم بأیهم اقتدیتم اهتدیتم۔'' ......''میرے صحابہؓ ستاروں کی طرح رہنما ہیں، ان میں سے تم جس کی پیروی کروگے راستے پاؤگے۔'' کا مفہوم یہ ہے کہ ان کی اقتدا احکام الٰہی کی طلب وجستجو میں ان کے طریقے پر چلنے میں پوشیدہ ہے، نہ ان کی تقلید کرنے میں۔ اوران کا طریقہ رائے واجتہاد پر عمل کرنا تھا اور یہی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس ارشاد: ''میرے بعد آنے والوں کی پیروی کرو اور میرے خلفاءؓ کے طریقے پر چلتے رہو'' کا مطلب تھا کہ جن باتوں میں حکم صریح نہ پاؤ، ان میں ان کے طریقۂ اجتہاد ورائے پر گامزن رہو۔ (۱۷)

بعض مجتہد اکابر واصاغر صحابہ رضی اللہ عنہم کے بکثرت فتووں کے اسباب

اکابر صحابہ رضی اللہ عنہم سے (فتوے اور) روایتیں کم ہونے کا سبب یہ ہے کہ تابعینؒ کے فائدہ اٹھانے سے پہلے وہ اللہ تعالیٰ کو پیارے ہوگئے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ اکابر صحابہؓ میں سے حضرت عمر بن الخطاب اور حضرت علی رضی اللہ عنہما سے بکثرت (فتوے اور) روایتیں مروی ہیں۔ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ ''حجة الله البالغة'' میں رقمطراز ہیں:

''فصارت قضایاه وفتاواه متبعة فی مشارق الأرض ومغاربها''۔ (۱۸)

''چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے فیصلوں اورفتووں کی اسلامی قلمرو کے مشرق ومغرب میں ہرطرف پیروی کی جاتی تھی۔''

یہ بھی تقلید تھی۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ انہوں نے زیادہ زمانہ پایا، انہوں نے حکمرانی کی، ان سے سوالات کیے گئے، انہوں نے لوگوں کے فیصلے چکائے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تمام تر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ایسے امام تھے جن کی اقتدا اور پیروی کی جاتی تھی اور یہ جو افعال واعمال کرتے تھے ان کو نظر میں رکھا جاتا تھا، ان کی طرف توجہ دی جاتی تھی، ان سے فتوے پوچھے جاتے، وہ ان کا جواب دیتے تھے، انہوں نے حدیثیں سنی تھیں اور وہ حدیثیں سناتے تھے، یہ اکابر صحابہؓ میں سے تھے، ان کے علاوہ دوسرے اکابر صحابہ رضی اللہ عنہم جیسے حضرت ابوبکرؓ (۵۱ق ھ-۱۳ھ/۵۷۳-۶۳۴ء) حضرت عثمانؓ (۴۷ق ھ-۳۶ھ/۵۷۷-۶۵۶ء) حضرت طلحہؓ (۲۸ق ھ-۳۶ھ/۵۹۶-۶۵۶ء) حضرت زبیرؓ (۲۸ق ھ-۳۶ھ/۵۹۴ء-۶۵۶ء) حضرت سعد بن ابی وقاصؓ (۲۳ق ھ-۵۵ھ/۶۰۰-۶۷۵ء) حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ (۴۴ق ھ-۳۲ھ/۵۸۰-۶۵۲ء) حضرت ابوعبیدہ بن الجراح عامر بن عبداللہؓ (۴۰ق ھ-۱۸ھ/۵۸۴-۶۳۹ء)

www.banuri.edu.pk

حضرت سعید بن زید بن عمرو بن نفیلؓ (۲۲ق ھ-۵۱ھ/۶۰۰-۶۷۱ء) حضرت ابی بن کعبؓ (۰۰۰-۲۱ھ/ ۰۰۰-۶۴۲ء) سعد بن عبادہؓ (۰۰۰-۱۴ھ/ ۰۰۰-۶۳۵ء) عبادہ بن الصامتؓ (۳۸ق ھ-۳۴ھ/ ۵۸۶-۶۵۴ء) اسید بن حضیرؓ (۰۰۰-۲۰ھ/ ۰۰۰-۶۴۱ء) معاذ بن جبلؓ (۲۰ق ھ-۱۸ھ/۶۰۳-۶۳۹ء) اورانہی جیسے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے بہت کم روایتیں منقول ہیں۔ان اکابر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے اس کثرت سے روایتیں منقول نہیں جس کثرت سے کم عمر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مروی ہیں، جیسے حضرت جابر بن عبداللہؓ (۱۶ق ھ-۷۵ھ/ ۶۰۷-۶۹۷ء) ابوسعید خدریؓ (۱۰ق ھ-۷۴ھ/ ۶۱۳-۶۹۳ء) ابو ہریرہؓ عبدالرحمٰن بن صخرؓ (۲۱ق ھ-۵۹ھ/۶۰۲-۶۷۹ء) عبداللہ بن عمر بن الخطابؓ (۱۰ق ھ-۷۳ھ/۶۱۳-۶۹۲ء) عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ (۷ق ھ-۶۵ھ/ ۶۱۶-۶۸۴ء) عبداللہ بن عباسؓ (۳ق ھ-۶۸ھ/ ۶۱۹-۶۸۷ء) رافع بن خدیجؓ (۱۲ق ھ-۷۴ھ/ ۶۱۱-۶۹۳ء) انس بن مالکؓ (۱۰ق ھ-۹۳ھ/ ۶۱۲-۷۱۲ء) براء بن عازبؓ (۰۰۰-۷۱ھ/ ۰۰۰-۶۹۰ء)۔

اورانہی جیسے دوسرے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہیں، ان مذکورہ بالا تمام صحابہ رضی اللہ عنہم کا شمار فقہاء صحابہؓ میں کیا جاتا ہے، یہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہتے تھے۔

اوران سے کم عمر صحابہؓ جیسے حضرت عقبہ بن عامر جہنیؓ (۰۰۰-۵۸ھ/ ۰۰۰-۶۷۸ء) زید بن خالد جہنیؓ (۰۰۰-۷۸ھ/ ۰۰۰-۶۹۷ء) عمران بن الحصینؓ (۰۰۰-۵۲ھ/ ۰۰۰-۶۷۲ء) نعمان بن بشیرؓ (۲ق ھ-۶۵ھ/۶۲۳-۶۸۴ء) معاویہ بن ابی سفیانؓ (۲۰ق ھ-۶۰ھ/۶۰۳-۶۸۰ء) سہل بن سعد مساعدیؓ (۰۰۰-۹۱ھ/ ۰۰۰-۷۱۰ء) عبداللہ بن یزیدی الخطمیؓ (۰۰۰-تقریباً ۷۰ھ/ ۰۰۰-۶۹۰ء) مسلمہ بن مخلد الزرقیؓ (۱ق ھ-۶۲ھ/ ۶۲۲-۶۸۲ء) ربیعہ بن کعب الاسلمیؓ (۰۰۰-تقریباً ۶۳ھ/ ۰۰۰-۶۸۳ء) ہند بن ارثہ اسلمیؓ (۰۰۰-تقریباً ۵۰ھ/ ۰۰۰-تقریباً ۶۷۰ء) اسماء بن حارثہ اسلمیؓ (۱۴ق ھ-۶۶ھ/ ۶۰۶-۶۸۶ء) یہ دونوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کرتے اور ساتھ رہتے تھے، چنانچہ ان سے زیادہ روایتیں منقول ہیں اور ان دونوں میں اور انہی جیسے صحابہؓ میں علم زیادہ رہا، اس لیے کہ یہ زیادہ مدت تک زندہ رہے اور ان کی عمریں بھی لمبی ہوئیں اور تابعین کو ان کے علم سے زیادہ فائدہ اٹھانے کا موقع ملا اور بیشتر بڑے صحابہؓ ان سے پہلے وفات پاگئے اور ان اکابر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے زیادہ علم نہیں پھیلا، اس لیے بھی کہ اس وقت انہی صحابہ رضی اللہ عنہم کی بڑی تعداد موجود تھی۔ (۱۹)

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا اجتہاد میں مرتبہ ومقام

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ایسے بلند ترین فقیہ تھے کہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ جیسے مجتہد اعظم وخلیفہ راشد سے فقہی مسائل میں سو سے زیادہ مسئلوں میں اختلاف رکھتے تھے، ابن حزم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

’’أما اختلافهما فلو تقصى يبلغ أزيد من مائة مسئلة‘‘۔ (۲۰)

www.banuri.edu.pk

''حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے مابین اختلافی مسائل کو اگر شمار کیا جائے تو ان کی تعداد سو سے بھی زیادہ نکلے گی۔''

فقہ وبصیرت کا گھاٹ

ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ نے بسندِ متصل حضرت مسروق کوفی رحمۃ اللہ علیہ کا بیان نقل کیا ہے:

''لقد جالست أصحابَ محمد صلی اللّٰہ علیہ وسلم فوجدتھم کالاخاذ، فالاخاذ یُروی الرجل والاخاذ یُروی الرجلین و الاخاذ یُروی العشرۃ والاخاذ یُروی المائۃ والاخاذ لونزل بہ أھل الأرض لأصدرھم، فوجدت عبدَاللّٰہ بن مسعودؓ من ذٰلک الاخاذ''۔ (۲۱)

''مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ ہم نشینی کی سعادت حاصل رہی ہے، چنانچہ میں نے انہیں گڑھوں (تالاب) کی طرح پایا (کوئی کم علم والا، کوئی زیادہ علم والا) کوئی ایک آدمی کو سیراب کرتا، کوئی دو کو سیراب کرتا، کوئی دس کو اور کوئی سو دو سو کو سیراب کرتا۔ ان میں ایسا بھی تالاب تھا کہ اگر اس سرزمین والے سب ہی آتے تو وہ سب کو سیراب کر کے لوٹاتا تو میں نے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو (فقہی بصیرت میں) ایسا ہی تالاب پایا۔''

علامہ بدرالدین زرکشی رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۷۹۴ھ ''البحر المحیط'' میں رقمطراز ہیں:

''وأمّا ابن مسعودؓ کان فقیہَ الصحابۃؓ منتدبًا بالفتویٰ وکذٰلک ابن عباسؓ و زیدبن ثابتؓ ممن شھد لہ الرسولؐ بأنہ أفرض الأئمۃ رضی اللّٰہ عنھم –المعتبر تصدیۃ لھذا المعنی من غیرنکیر– ولاشک فی کون العشرۃ من أھل الاجتھاد وکذلک من انتشرت فتاویٰ کابن مسعودؓ و عائشۃؓ وغیرھم کثرت فتاواھم غیرأن الذی اشتھر منھم الفتاویٰ والأحکام جماعۃ مخصوصۃ''۔ (۲۲)

''حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی فتوے سے وابستگی رہی ہے، اس لیے وہ مفتی اور فقیہ صحابیؓ کے لقب سے مشہور تھے، یہی حال حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا ہے اور حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ ان صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے ہیں جن کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسائل میراث کے سب سے بڑے عالم ہونے کی شہادت دی ہے اور وہ یہ خدمت برابر سرانجام دیتے رہے، اس امر میں کسی کا اختلاف نہیں، اور عشرہ مبشرہ رضی اللہ عنہم کے مجتہدین ہونے میں بھی شک وشبہ نہیں ہے، اور ایسے صحابہؓ جن کے فتوے شائع ہیں، جیسے ابن مسعود رضی اللہ عنہ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور بعض دوسرے صحابہ رضی اللہ عنہم ہیں جن کے فتوے کثیر تعداد میں موجود ہیں، وہ صحابہ رضی اللہ عنہم جو احکام (حلال وحرام) سے متعلق مسائل میں شہرت رکھتے ہیں، وہ ایک مخصوص اور محدود جماعت ہے۔''

www.banuri.edu.pk

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا روایتی معیار

اہل علم میں سے کسی کو اس بات میں شک نہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو فقہ و درایت اور اتقان و احتیاط اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضری وقربت کا جو مرتبہ ومقام حاصل تھا، وہ کم ہی صحابہؓ کو حاصل ہوگا، چنانچہ امام عمرو بن میمون یمانی ثم کوفی رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۷۴/ ۷۵ھ کا بیان ہے:

''مجھے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی ہمنشینی کی برسوں سعادت حاصل رہی ہے۔ میں نے انہیں حدیثیں بیان کرتے ہوئے نہیں سنا۔ ایک بار انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایک حدیث سنائی تو احتیاط کا یہ عالم تھا کہ انہیں سہو کا اندیشہ وخطرہ ہوا اور خوف طاری ہوگیا، پھر فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس طرح سے فرمایا تھا یا اس کے قریب قریب بات کہی تھی یا اسی قسم کے الفاظ ارشاد فرمائے تھے۔ علم میں ان کا یہ مقام تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے وقت گھبراہٹ طاری ہوجاتی تھی، بیانِ روایت میں احتیاط کا یہ حال تھا۔''(۲۳)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے مذکورہ بالا بلند معیار کا اندازہ مؤرخ اسلام علامہ شمس الدین الذہبی رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۷۴۸ھ کے بیان سے کیا جاسکتا ہے، وہ ''تذکرۃ الحفاظ'' میں رقمطراز ہیں:

''أبوعبدالرحمٰن عبداللّٰه ابن أم عبدالهذلی صاحب رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وآله وسلم وخادمه و أحدالسابقین الأولین ومن کبارالبدریین، ومن نبلاء الفقهاء و المقرئین کان ممن یتحری فی الأداء و یتشدد فی الروایة ویزجر تلامذته عن التهاون فی ضبط الألفاظ''۔(۲۴)

''حضرت ابوعبدالرحمٰن عبداللہ بن ام عبد ہذلی رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابی ہیں، ان کے خادم ہیں، سب سے پہلے ایمان لانے والوں میں سے ہیں، بڑے بدری صحابہؓ میں سے ہیں، نہایت بلند پایہ فقہا اور قاریوں میں سے ہیں، ان صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے ہیں جو بیانِ روایت میں متشدد، بہت سخت اور بہت محتاط تھے، وہ اپنے شاگردوں کو الفاظِ حدیث کے ضبط میں سستی اور بے احتیاطی پر سختی سے روک ٹوک کرتے تھے۔''

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا روایتی معیار کتنا سخت اور بلند تھا۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی مجتہدین کو ہدایت

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ ہم پر ایسا زمانہ بھی گزرا کہ ہم فیصلہ نہیں کرتے تھے، فتویٰ نہیں دیتے تھے، کیونکہ اس وقت ایسے مسائل (اجتہادیہ) پیش نہیں آتے تھے، پس اگر کسی کو حکم بتانا ہو تو کتاب سے بتائے، اگر کتاب اللہ میں نہ ہو تو سنت رسول اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام سے بتائے، اور اگر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی

سنت میں بھی نہ ہو تو پھر اپنی رائے سے حکم بتائے اور فیصلہ صادر کرے۔ (۲۵)

لہٰذا اگر نئے مسائل میں اجتہاد سے کام لینے کا پہلے سے رواج نہ ہوتا تو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ مجتہدین کو اپنی اجتہادی رائے اور فقہی بصیرت سے مسئلے کا حکم پیش کرنے کی ہدایت نہ فرماتے، اور بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس امر پر ان کی نکیر کرتے۔ یہ بات (ان پر نکیر نہ کرنا) اس امر کی شاہد ہے کہ ان کے یہاں اجتہادی رائے پر عمل کا معمول اور دستور تھا۔ (۲۶) اسی لیے جس میں اجتہاد کی اہلیت و صلاحیت نہ ہو، اس کو اجتہاد کی ہرگز اجازت نہیں۔ (۲۷)

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے مذہب وفتووں کی تشکیل وتدوین

علامہ ابن القیم الجوزیہ رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۷۵۱ھ نے ''اعلام الموقعین'' میں امام محمد بن جریر طبری المتوفی ۳۱۰ھ کا بیان نقل کیا ہے، وہ فرماتے ہیں:

''لم یکن أحد لہ أصحاب معروفون، حرروا فتیاہ و مذہبہ غیر ابن مسعود رضی اللّٰہ عنہ''۔ (۲۸)

''کوئی مجتہد صحابی ایسا نہ تھا سوائے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے جس کے مشہور ومعروف شاگرد اس کے فتووں اور اس کے مذہب کو قیدِ تحریر میں لائے ہوں۔''

سب سے پہلے تشکیل وتدوین مذہب اور فتووں کی جمع وترتیب کی سعادت صرف عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے تلامذہ کو حاصل ہے اور وہ بھی مرکزِ علم کوفہ میں۔

حواشی وحوالہ جات

۱:...... کتاب العلل ومعرفۃ الرجال، استنبول، المکتبۃ الاسلامیۃ، ۱۹۸۷ء، ج:۱،ص:۱۹۷۔ الطبقات الکبریٰ، ج:۲،ص:۳۵۱، تاریخ الثقات للعجلی، ص:۲۷۸ (ترجمہ:۸۸۶، عبداللہ بن مسعودؓ) سیر اعلام النبلاء، ج:۲،ص:۳۸۸، ترجمہ ابوموسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہ۔

۲:...... عہدِ صحابہؓ: جمہور مؤرخین کے نزدیک دورِ صحابہؓ پہلی صدی ہجری کے اختتام پر ختم ہوتا ہے، چنانچہ امام ابواسحاق الشیرازی رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۴۷۶ھ ''طبقات الفقہاء'' (بغداد، ۱۳۵۶ھ، ص:۲۲-۲۳) میں رقمطراز ہیں: ''وانقراض عصر الصحابۃؓ مابین تسعین إلٰی مائۃ'' (صحابہ رضی اللہ عنہم کا زمانہ نوے سے سو کے مابین ختم ہوگیا) پہلی صدی ہجری کے خاتمے سے پہلے جن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے سفرِ آخرت اختیار کیا، اس کی تفصیل مؤرخ واقدی رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۲۰۷ھ نے یوں پیش کی ہے: ۱:- کوفے میں آخری صحابی حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ (۸۶ھ/ ۷۰۵ء) میں اپنے مالکِ حقیقی سے جاملے۔ ۲:- مدینے میں آخری صحابی سہل بن سعد ساعدیؓ (۹۱ھ/ ۷۱۰ء) سو برس کی عمر میں اللہ کو پیارے ہوگئے۔ ۳:- بصرے میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے (۱۰ق ھ-۹۱ھ/ ۶۱۲-۷۱۰ء) نے اور بعض کا قول ہے ۹۳ھ میں انتقال کیا۔ ۴:- شام میں حضرت عبداللہ بن جریر رضی اللہ عنہ نے (۸۸ھ/ ۷۶۷ء) میں وفات پائی۔ ۵:- (مکہ میں) حضرت ابوالطفیل عامر بن واثلہ رضی اللہ عنہ نے (۲ھ-۱۰۰ھ/ ۶۲۵-۷۱۸ء) میں وفات پائی۔ مؤرخِ اسلام علامہ شمس الدین الذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابوالطفیل عامر بن واثلہ رضی اللہ عنہ کا ذکر پہلی صدی ہجری کی وفیات کے ذیل میں کیا ہے، لیکن لکھا ہے: ''قال وہب بن جریر سمعت أبی یقول: کنت بمکۃ سنۃ عشر و مائۃ، فرأیت جنازۃ فسألت عنہا، فقالوا: ہذا أبوالطفیل. قلت: ہذا ہو الصحیح بثبوت إسنادہ و ہو مطابق لماقیلہ''۔ (تاریخ الاسلام، ص:۵۲۸، حوادث ووفیات ۸۰-۱۰۰ھ) وہب ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے: میں نے اپنے باپ سے سنا کہتے تھے کہ: میں ۱۱۰ھ میں مکہ میں تھا، میں نے ایک جنازہ دیکھا اور اس کے متعلق پوچھا تو لوگوں نے بتایا کہ یہ صحابی رسول حضرت عامر بن واثلہ رضی اللہ عنہ کا جنازہ ہے، میں (الذہبی) کہتا ہوں: یہ قول صحیح ہے، اس کی سند درست اور سابقہ بیان کے مطابق ہے۔

۳:......أصول الجصاص، دار الکتب العلمیہ، ۱۴۲۰ھ، ج:۲،ص:۳۷۳۔ ۴:......طبقات الفقہاء للشیرازی،ص:۱۲۔

۵:......الطبقات الکبریٰ، بیروت، دار صادر، ۱۴۰۵ھ، ج:۲،ص:۳۳۴۔ سیر أعلام النبلاء، ج:۲،ص:۴۲۳۔

۶:......الجامع، ج:۲،ص:۲۸۹۔ ۷:......مقدمۃ ابن الصلاح، ص:۴۴۱۔ سیر أعلام النبلاء، ج:۲،ص:۴۳۸۔

۸:......المستدرک علی الصحیحین ومعہ تلخیص الذہبی وکتاب الدرک لتخریج المستدرک لابن حجر، بیروت، دار المعرفہ، ۱۹۵۸ء، ج:۱،ص:۲۸۶۔

۹:......أحکام القرآن للجصاص، مصر، ۱۳۴۷ھ، ج:۲،ص:۵۹۰-۵۹۱۔

۱۰:......سنن أبی داؤد، کتاب العلم، کراچی میر محمد کتب خانہ، ج:۲،ص:۵۱۵۔ سنن ترمذی، ابواب العلم، کراچی ایچ ایم سعید کمپنی، ج:۲،ص:۹۰۔

۱۱:......الجمعۃ:۵۔ ۱۲:......المائدۃ:۱۰۱-۱۰۲۔ ۱۳:......ایضاً۔ ۱۴:......البقرۃ:۱۸۷۔

۱۵:......سنن ابی داؤد، کتاب الزکوۃ، باب فی زکوٰۃ السائمۃ، کراچی میر محمد کتاب خانہ (۱/۲۲۳)۔ سنن الترمذی، ابواب الزکوٰۃ، کراچی ایچ ایم سعید (۱/۱۳۴)

۱۶:......أحکام القرآن للجصاصؒ، مصر، ۱۳۴۷ھ، ج:۲،ص:۵۹۰-۵۹۱۔ ۱۷:......أصول الجصاص، ج:۲،ص:۳۸۶-۳۸۷۔

۱۸:...... حجۃ اللہ البالغۃ، کراچی، قدیمی کتب خانہ، ج:۱،ص:۲۸۱۔ ۱۹:......الطبقات الکبریٰ، ج:۲،ص:۳۷۶۔

۲۰:......الاحکام فی اصول الاحکام، ج:۶،ص:۶۱۔ ۲۱:......طبقات، ج:۲،ص:۳۴۳۔

۲۲:......البحر المحیط، ج:۶،ص:۲۱۱-۲۱۲۔ ۲۳:......أصول الجصاص، ج:۲،ص:۲۲۔

۲۴:......تذکرۃ الحفاظ، طبع:۱۹۵۵ء، ج:۱،ص:۱۳-۱۴۔ ۲۵:......أصول الفقہ للجصاص، ج:۲،ص:۲۳۱۔

۲۶:......ایضاً، ج:۲،ص:۲۳۱۔ ۲۷:......ایضاً، ج:۲،ص:۲۳۶۔

۲۸:...... إعلام الموقعین عن کلام رب العالمین، بیروت، دار الجیل، ج:۱،ص:۲۰۔

(جاری ہے)

www.banuri.edu.pk